Al-Mahdi Research Journal (MRJ)

Vol 5 Issue 4 (April-June 2024)

HJRS HEC Journal Recognition System
Category Y

ISSN (Online): 2789-4150
ISSN (Print): 2789-4142

Mir Gul Khan Naseer as Versatile Personality: An Overview

ہمہ جہت شخصیت میر گل خان نصیر (ایک جائزہ)

Dr. Zahid Hussain Dashti

Lecturer, Department of Balochi, University of Balochistan, Quetta, zahiddashti29@gmail.com

Dr. Zia Ur Rehman Baloch

Assistant Professor, Department of Pakistani Languages, AIOU, Islamabad, zia.rehman@aiou.edu.pk

Abstract

Mir Gul Khan Naseer, a prominent figure in Balochi literature, research, and history. Mir Gul Khan Naseer is widely recognized as a prolific poet, writer, and scholar of the Balochi language, as well as a passionate advocate for the rights and preservation of Baloch culture and heritage.
Furthermore, the article delves into Mir Gul Khan Nasser's literary achievements, showcasing his profound impact on Balochi literature. Moreover, his contributions as a historian shed light on Baloch history, culture, and traditions, ensuring their preservation for future generations. The article also explores Mir Gul Khan Nasser's life and art and his commitment to scholarly pursuits. He conducted extensive research on various aspects of Baloch culture, literature, and history, authoring numerous books and scholarly papers. His scholarly endeavors contributed significantly to the understanding and appreciation of Baloch heritage, making him a revered figure among academics and researchers. Overall, this article provides a concise yet comprehensive overview of Mir Gul Khan Nasser's literary achievements, and scholarly contributions. It aims to highlight his invaluable contributions to Balochi literature, research, and historiography, ensuring that his legacy as a poet, historian, and historian continues to inspire and educate future generations.

Keywords: Art, life, Personality, Balochi literature, research, history, Balochi language, Baloch culture, heritage, literary achievements, preservation, scholarly pursuits, Baloch heritage, academics, researchers, historiography

تمہید:

بلوچی زبان وادب کی ممتاز شخصیت میر گل خان نصیر 1914 میں پیدا ہوئے۔ وہ بلوچی زبان کے ایک نامور شاعر، ادیب، اور اسکالر کے ساتھ ساتھ بلوچ ثقافت اور ورثے کے حقوق اور تحفظ کے لیے ایک پر جوش وکیل کے طور پر بھی پہچانے جاتے ہیں۔ میر گل خان نصیر کے ادبی کارنامے بلوچی ادب پر ان کے گہرے اثرات کو ظاہر کرتا ہے اور آئندہ نسلوں کے لیے ان کے تحفظ کو یقینی بناتی ہیں۔

میر گل خان نصیر نے بلوچ ثقافت، ادب اور تاریخ کے مختلف پہلوؤں پر وسیع اور علمی تحقیق کی ہے۔ ان کی علمی کاوشوں نے بلوچ ورثے کی تفہیم اور تعریف میں اہم کردار ادا کیا ہے، جس سے وہ محققین اور مورخین میں ایک قابل احترام شخصیت بن گئے۔ یہ مضمون ان کی ادبی اور تاریخی کارناموں اور علمی خدمات کا ایک مختصر لیکن جامع جائزہ فراہم کرتا ہے۔ اس کا مقصد بلوچی ادب، تحقیق اور تاریخ نویسی میں ان کی گرانقدر خدمات کو اجاگر کرنے کے ساتھ اس بات کو یقینی بنانا کہ ایک محقق اور مورخ کے طور پر ان کی میراث آنے والی نسلوں کو تحریک اور تعلیم دیتی رہے۔

مہمان ایک شب کا ہوں میں شمع کی طرح

دنیا میں ایک ہستی ناپائیدار ہوں (نصیر)

CC BY

دنیا میں ہر شئے فنا ہونی ہے مگر انسانی تاریخ میں کچھ کردار اور نام ایسے ہوتے ہیں جو اپنی سائنسی، علمی، فکری، نظریاتی، تاریخی، ادبی اور دیگر شعبوں میں نمایاں کارہائے سرانجام دینے کی وجہ سے ہمیشہ زندہ رہتے ہیں وہ بیشک جسمانی طور پر ہم سے جدا ہوتے ہیں مگر اُن کی اپنے شعبے میں کام کی بناء پر قوم اور معاشرہ ایسی شخصیت کو ہر حوالے سے زندہ رکھتے ہیں اُسے انتہائی عقیدت مندی سے یاد کرتے ہیں اور بطور پیش رو اُس کی جدوجہد کو اپنے لئے مشعل راہ بناتے ہیں۔

انہی شخصیات میں بلوچستان کے ایک سپوت میر گل خان نصیر بھی ہیں جو ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہونے کے بناء پر اپنی کام سے آج کے محقق، طالبعلم اور ادیب کے لئے بہت سارا مواد پیچھے چھوڑ گئے۔ وہ ایک ساتھ بحیثیت مورخ، سیاست دان، شاعر، مترجم، محقق، دانشور، ادیب اور منتظم رہے ہیں۔انہیں ملک الشعراء کا خطاب بھی دیا گیا انہوں نے سب سے زیادہ بلوچی اور براہوئی میں شاعری کی ہے جبکہ اُن کا اردو اور فارسی شاعری بھی پڑھنے والوں کو اپنے حصار میں لئے ہوئے ہیں۔

میر گل خان نصیر کی شخصیت اور فن کے حوالے سے اب تک کی تحقیق اور دستیاب مواد جو کہ زیادہ تر کتابی صورت میں دستیاب ہے۔اُن سے مدد لی گئی ہے۔اُن کی شخصیت اور خصوصاً شاعری کے شعبے میں خدمات، سیاسی اور ادبی شعبے میں اُن کے کام کو دیکھنے، سمجھنے اور ادبی اداروں اور ادبی شخصیات کے بزبان سیمیناروں اور ورکشاپس جو کہ اُن کی برسی اور سالگرہ کے موقع پر منعقد ہوتے رہے ہیں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے اس ضمن میں سب سے زیادہ مواد جامعہ بلوچستان کے زیر اہتمام کتابی سلسلے میں دستیاب کتب نے انتہائی اہم کردار کیا ہے یہ مواد میر گل خان نصیر کی شخصیت اور فن کو سمجھ کر اُن کو آگے بڑھانے میں مددگار و معاون ثابت ہوگا۔

میر گل خان نصیر کا دور وہ ہے جب بلوچستان میں انگریزوں کی حکمرانی تھی اور دوسری جانب ریاست قلات کے خان کے ہمراہ دیگر سردار انگریزوں کی مفادات میں اُن کے ہر عمل میں شریک تھے۔ جس کو گل خان نصیر شاعر، محقق اور دانشور نے لوگوں کے سامنے عیاں کیا۔انہوں نے نہ صرف اپنی شاعری میں ان کرداروں کو تنقید کا نشانہ بنایا بلکہ اُن سرداروں کی بھی خوب سرزنش کی جو اپنے ذاتی مفادات کے لئے بلوچستان کے عوام کے مفادات کا سودا کئے ہوئے تھے انہوں نے انگریزوں کے ظلم، جبر، ناانصافی، استحصال اور قبضہ گیری کے خلاف عوام کو اپنی شاعری کے ذریعے شعور دینے کے ساتھ ساتھ قبضہ گیر استحصالی قوت کے خلاف جدوجہد کی راہ پر بھی گامزن کیا۔

میر گل خان نصیر کی شاعری اُس دور کی تاریخی حقیقتوں اور حالات کا بھرپور اظہار ہے۔انہوں شاعری کے میدان میں بلوچستان کے باسیوں کی قومی، سماجی اور معاشرتی شب وروز کے ان مٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ آج بھی اگر اُن کی شاعری چاہے وہ کسی بھی زبان میں ہو۔اُن میں ریاستی بداعمالیوں، نالائقیوں، کمزوریوں اور کوتاہیوں کا پورا پورا ذکر ملتا ہے۔ جبکہ اگر اُن کی شاعری میں داستان گوئی کو دیکھا جائے تو قاری کبھی بھی یہ نہیں محسوس کرتا ہے کہ یہ ماضی کے حالات یا ماضی کے جنگوں کا حال ہے بلکہ آج بھی ہمارے ارد گرد ظلم و جبر اور استحصال کا وہی بازار سجا ہوا ہے۔انہوں نے جنگی داستانوں میں جہاں جنگجوؤں کی بہادری اور مہارت کو بیان کیا ہے وہی دوسری جانب اِن جنگوں کی وجہ سے عام لوگوں کے زندگی پر پڑھنے والے اثرات کو بھی بیان کیا!!....

اُن کے سوچ اور فکر کا دائرہ ترقی پسندانہ اور اشتراکیت کا خواہاں تھا۔انہوں نے اُس دور میں سوویت یونین اور دیگر ممالک میں سوشلسٹ نظریات کے بڑھتے ہوئے مقبولیت اور عوام کی جانب سے اپنے مسائل کے خاتمے اور محفوظ مستقبل کو سوشلسٹ سسٹم میں محفوظ تصور کرتے تھے۔ساتھ ہی ساتھ میر گل خان نصیر کی شاعری اور جہدوجہد کا مقصد لوگوں کو ایک سہل اور استحصال سے پاک معاشرہ فراہم کرنا تھا۔وہ اس مقصد کو لے کر جہاں طویل قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں وہی سرداروں اور استحصالی طبقات کی جانب سے اُن کی مخالفت بھی ہوتی رہی۔میر گل خان نصیر کی شخصیت اور فن کے متعلق یار جان بادینی/طاہر حکیم بلوچ" میر گل خان نصیر زندگی اور فن" میں تحریر کرتے ہیں۔

> "میر گل خان نصیر کی شخصیت، فکر اور قول وفعل میں کوئی تضاد نہیں تھا بلکہ ان میں زبردست ہم آہنگی تھی۔انہوں نے صرف شعر وشاعری، نعرہ بازی یا انقلابی لفاظی کی حد تک سماجی تبدیلی کی بات نہیں کی، انقلاب، آجوئی کے خوبصورت نغمے نہیں گائے بلکہ اس کے حصول کے لئے عملاً سیاست اور جدوجہد کے میدان کارِزار میں بھی شریک رہے۔قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔مارشل لاء کے مظالم سہے۔غداری کے مقدمات کا سامنا کیا لیکن جیسے جیسے ظلم بڑھتا گیا۔ناانصافی کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔میر گل خان نصیر کی شاعری کا انقلابی آہنگ مزید اونچا اور پُرجوش ہوتا گیا" (1)

جس طرح شاعری اور دیگر موضوعات پر طبع آزمائی کرنے والا، اپنے تحریر کی پہچان رکھتا ہے کہ فلاں ادیب یا شاعر....زمانے یا حسن کا عاشق ہے، یا وہ مزاحمتی شاعری کرتا ہے، فطرت کی خوبصورتی بیان کرتا ہے یا سماجی موضوعات کو بیان کرتا ہے ان میں گل خان نصیر کی شاعری اور تخلیق کا دائرہ مزاحمتی تھا وہ عوامی شاعر تھا وہ عوام کی بات کرتا تھا جہاں وہ انگریز سامراج کی استحصال اور یہاں کے خزانوں کے لوٹ مار اور انگریز سامراج سوویت یونین کو آگے بڑھنے سے روکنے کے لئے یہاں حکمرانی یا حکومت کرنے کا ڈھونگ رچا رہے تھے اُن کے عزائم کو میر گل خان نصیر جیسے شاعروں کی قلمی جنگ کی صورت اور نورا مینگل اور اُن کے ساتھیوں نے مزاحمت کے میدان میں سامراج کے خلاف برسرپیکار رہے۔اگر اُس دور میں میر گل خان نصیر اور انگریز حکومت کے خلاف مزاحمت کاروں کی جدوجہد نہ ہوتی تو آنے والے صدیوں تک انگریز یہاں کے عوام کو جہالت کے اتاہ گہرائیوں میں زندگی بسر کرنے پر مجبور کرتے اور یہاں پر اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے فوجی مشقیں کرتے یا حکمرانی کا تجربہ کرتے....!ان عزائم کو ناکام بنانے کے لئے جہاں دنیا بھر میں تحریکیں جنم لے رہے تھے کیوں کہ پوری دنیا میں برطانوی سامراج کی حکومت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔ایسے میں ان کے حکمرانی میں زوال کے لئے بلوچستان کے سپوتوں نے جہاں قلم کے زور سے جہدوجہد کی وہاں انہوں نے سیاسی طریقہ کو بھی اختیار کیا۔میر گل خان نصیر اور اُن کے رفیقوں کو بھی سیاسی جہدوجہد کے لئے سیاسی پلیٹ فارم کی ضرورت ہوئی اور انہوں نے اس کی داغ بیل ڈال دی۔

انہی حالات کو میر گل خان نصیر (بلوچ شاعر، مورخ، صحافی، سیاست دان) میں زاہد حسین دشتی/حامد علی بلوچ یوں بیان کرتے ہیں۔

"انہی دنوں جب میر گل خان نصیر تعلیم سے فارغ ہوئے، تو ہندوستان میں آزادی کی تحریکیں زور پکڑ چکی تھیں۔ ان حالات سے متاثر ہو کر ان میں انگریز سامراج کے خلاف جہد وجہد کا جذبہ اور تیز ہو گیا۔ بلوچستان کے ریاستی حصے میں جو ریاست قلات کہلاتا تھا۔ انگریزوں کی چیرہ دستیاں انتہا تک پہنچ گئی تھیں۔ ایسے حالات میں ایک سیاسی جماعت کی تشکیل ناگزیر ہو گئی تھی۔ علاقہ کے اولین سیاسی قائد میر عبدالعزیز خان کُرد نے "قلات اسٹیٹ نیشنل پارٹی" کی بنیاد رکھی اور اس طرح آزادی خواہوں اور قوم پرستوں کو کام کرنے کے لئے ایک سیاسی پلیٹ فارم میسر آ گیا " (2)

آج جہاں دنیا میں سب سے زیادہ توجہ معیشت پر دی جا رہی ہے وہی معاشی سسٹم کا سائنسی اور نظریاتی ہونا ضروری خیال کیا جاتا ہے کیونکہ سرمایہ دارانہ جمہوریت میں اکثر ملکوں کی معیشت جھٹکے کھا رہی ہے دوسری جانب اس طرح کے جمہوریتوں یا معاشی سسٹمز کے خلاف تحاریک اور نقطہ چینی زوروں پر ہے۔ اس لئے ان اقوام کی ماضی، حال اور مستقبل روشن ہوتا جا رہا ہے جن کے ادباء اور شعراء اپنی قلم کے ذریعے اس کمزور نظام کو للکار رہے ہو۔ اس خطے میں جہاں ہمسایہ ممالک اور یہاں کے باسیوں کی زبان بولی اور سمجھی جاتی ہے وہی اس طرح کے معاشرے میں وہ شاعر اور ادیب کامیاب ہوتا ہے جو قومی زبانوں کو اظہار کا ذریعہ بناتے ہیں۔ میر گل خان نصیر کی شخصیت اور فن کی اگر بات ہو تو اُن کی شاعری جو مختلف زبانوں میں دستیاب ہے۔ میں مزاحمتی رنگ نمایاں ہے۔

گل خان نصیر کے مزید جاننے کے لئے ہم یہاں شاہ محمد مری (ڈاکٹر شاہ محمد مری) کی کتاب "کاروان کے ساتھ" سے حوالہ یہاں نقل کرتے ہیں۔

"میر گل خان نصیر بلوچی زبان کے ملک الشعراء تو ہیں ہی، انہوں نے اردو، فارسی میں بھی اچھی اور خوبصورت شاعری کی ہے۔ بلوچی شاعری تو انہوں نے بہت بعد میں شروع کی۔ ابتداء تو اردو سے ہوئی تھی اور انہوں نے یہ کام 1930ء کی دہائی کے اوائل سے شروع کیا تھا۔ جب انگریز (سامراج) مخالفت تھی، حب الوطنی تھی اور تھوڑی تھوڑی خلافت ترکی کی طرف داری تھی۔ اس خطے میں ہر جگہ اور ہر زبان میں یہی شاعری ہو رہی تھی۔ میر گل خان نصیر کی اردو شاعری اُس زمانے کے دیگر سامراج دشمن، وطن دوست شعراء کی بو اور ذائقہ رکھتی ہے۔ بہت ڈائریکٹ، بہت بر وقت اور بہت عوام دوست شاعری، جو شاعری کی تمام ضروریات پوری کرتی ہے۔ لہٰذا اس سلسلے میں گل خان سمیت، اردو شاعروں کا ڈکشن، دلائل اور اسلوب تقریباً ملتے جلتے تھے۔ اقبال، ظفر علی خان، یوسف عزیز مگسی، محمد حسین عنقا" (3)

میر گل خان نصیر اور اُن کے رفقاء نے سیاسی اور قلم کی جہد وجہد میں لوگوں کی زندگی میں اُمید کی شمعیں روشن کیں، یہی امید تھی کہ اُس دور کا مزدور، کسان اور چرواہا ان اشعار سے حوصلہ پاتا رہا کیوں کہ اُن کے معاشرے میں نظام (سسٹم) نے کئی طبقات کو جنم دیا تھا اور کمزور اور محنت کش طبقے کا استحصال زوروں پر تھا اور یہی حقیقت اُن کے لیے کافی تھا۔ آج بھی معاشی اور سیاسی سسٹم معاشرے میں لوگوں کو طبقاتی تفریق کی بنا پر ایک جگہ جمع کرنے کے بجائے انہیں تقسیم کر دیا ہے اور وہ اپنی مجبوریوں کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ میر گل خان نصیر اور آج کے معاشرے کی کمزوریوں کو عابد میر ' ' نصیر (گل خان نصیر) خوش کلام " میں یوں بیان کر رہے ہیں۔

"ہم ایک عہد بے ہنگام و بے لگام میں جی رہے ہیں۔ جب سے سامراج نامی ڈاکو نظریات کی پگ اٹھا کر لے گیا ہے، سماج بے دستار و بے فضیلت ہو گئے ہیں۔ اکیسویں صدی کا حقیقی نائن الیون یہ ہے کہ اس صدی میں جوان ہونے والی نسل فکری طور پر ' ' بے جڑ " ہے۔ اس لئے اس میں جھاڑیاں بہت ہیں، ' گہرائی ناپید ہے۔ بڑے بہت ہیں، بڑا پن ختم ہو گیا ہے۔ دانش ور بڑھ گئے ہیں، دانش مفقود ہو گئی ہے۔ ادیب بہت ہیں، ادب کہیں نہیں، شعر زیادہ لکھے جا رہے ہیں " شعریت " کم ہوتی جا رہی ہے شہر بڑھ رہے ہیں ' شہریت ' کم ہوتی جا رہی ہے۔ سیاست خوب ہو رہی ہے مگر سیاسی پن نہیں رہا "(4)

مگر ان حالات میں سیاسی رہنما یا ادیب ہی بہتر انداز میں کردار ادا کر کے لوگوں کو کُتب کے قریب لا کر، گفتگو کو رواج دے کر، خیالات کو آزاد کر کے اور جد وجہد کے طریقے وسیع کر کے ہی ایک توانا معاشرے کا قیام یقینی بنا سکتا ہے۔ جہاں معاشرے میں علم اور ادب کے ذرائع وسیع سے وسیع تر ہو گئے ہیں سوشل میڈیا اور ہر شخص کا انٹرنیٹ تک رسائی نے اداروں اور اجتماعیت سے نکل کر لوگوں کو انفرادیت کا شکار کیا لیکن اجتماعیت سے پہلے انفرادیت کی خوبی یہ ہے کہ فرد ہی معاشرے کے قیام کا خشت اول ہوتا ہے۔ ایسی ہی ایک فرد جو اجتماع کی علامت بن گیا میر گل خان نصیر تھے اُن کی شخصیت اور فن کے پہلوؤں کا احاطہ کرنا مشکل ہے مگر اُن کی زندگی کے چند گوشوں کو آشکار کرنا ہی اس تحریر کی جان ہو گی وہ اپنے زمانے کے حالات کو یوں بیان کرتے ہیں جسے " ادبار کی چھاؤں میں " (سوانح عمری گل خان نصیر) میں میر گل خان نصیر چیئر جامعہ بلوچستان کوئٹہ نے کتابی صورت میں شائع کیا۔ وہ بیان کرتے ہیں۔

"ان دنوں ہمارے علاقے میں فارسی اور پشتو کی غزلیں گانے کا رواج عام تھا۔ گویے ڈھولک اور رباب کے ساتھ فارسی اور پشتو غزلیں گایا کرتے تھے۔ یہ رسم مستنگ (مستونگ) سے یہاں پہنچی تھی اور بہت مقبول تھی۔ مجھے بچپن سے یہ محفلیں پسند نہ تھے میں اپنی محفل علیحدہ جمائے بیٹھتا تھا، میرے شریک محفل وہ لوگ ہوتے تھے جن کو بلوچ شعراء کا بلوچی کلام یاد تھا اور وہ سازندے جو سروز بجایا کرتے تھے۔ سوداگر، شنبک سروز نزا بجاتا تھا اور عظیم ساتک کو قدیم بلوچی شعراء کی بیسیوں عشقیہ اور زرمیہ نظمیں یاد تھیں یہ دونوں اُستاد میرے شبینہ محفلوں میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ ان کے علاوہ ہمارے گاؤں سے باہر کا جب بھی کوئی بلوچی شاعر یا سازندہ گاؤں میں آتا تو اُسے سننے کے لئے ہم نشستیں کیا کرتے تھے۔"(5)

ایک اچھے اور سمجھدار ادیب، شاعر، قلم کار کی خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے زمانے کے نشیب و فراز کو ہی سب سے زیادہ گہرائی سے جذب کر کے اور ان کو محفوظ کر کے اپنے آنے والے نسل کی رہنمائی اور معلومات کا سبب بناتا ہے۔ جہاں آج تاریخ، ثقافت، سیاست اور معاشرت میں اندھی تقلید سب سے زیادہ ہے یہی وجہ ہے کہ آج کا فرد اور اجتماع افراتفری اور مسائل کا شکار نظر آتا ہے حالانکہ آج کا انسان سائنس اور ٹیکنالوجی کی بدولت بہت سی مشکلات کو آسانی اور بہت سے مسائل کو سہولت میں بدل چکا ہے۔ لیکن انسان ہے کہ وہ روز بروز پریشان اور اکتاہٹ کا شکار ہوتا جارہا ہے۔ اُس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہر شخص نے اپنی ڈیڑھ انچ کی مسجد بنا رکھی ہے، لوگ مذہب، زبان، قومیت، فرقہ اور نہ جانے کتنے ٹکڑوں میں تقسیم ہے حالانکہ فطرت کی نظر میں سب انسان ایک جیسے اور برابر ہے۔

گل خان نصیر ایسی صورت حال میں اُبھر کر سامنے آئے اور لوگوں کو بیگانگی، انفرادیت، مایوسی سے نکال کر اجتماعیت اور حوصلہ دیا اُن کی شخصیت کا سب سے نمایاں پہلو ہی یہی ہے کہ انہوں نے ایک ایسے انسان کی طرح زندگی بسر کی کہ جسے آج اور آنے والے نسلیں بطور مثال پیش کریں گے۔ غریب اور افلاس زدہ لوگوں کو جمہوری اور سیاسی حقیقتوں سے آشنا کیا انہیں ایک خوشحال اور تہذیب اور تمدن کے اندر رہتے ہوئے زندگی گزارنے کے اسباق سکھائے۔ اُن کی شاعری اور دیگر ادبی خدمات میں یہی بات نمایاں طور پر نظر آتی ہے انہوں نے وطن عزیز میں غیر قوتوں کے خلاف لوگوں کو ایک جگہ جمع کیا اُنہیں شعور عطا کیا اور نام نہاد حکمرانوں سے آزادی حاصل کرنے کے لئے اپنے آزاد وطن کے لئے جدوجہد کے راستے بتائے۔

حقوق اور سوچ اور فکر کی آزادی کے لئے جدوجہد کے حوالے سے نور محمد شیخ" میر گل خان نصیر شخصیت، شاعری اور سیاست" میں تحریر کرتے ہیں۔

"میر گل خان نصیر نے اپنی پوری عمر قومی حقوق کے حصول کے لئے گزاری مگران کے آخری سالوں میں بیانات سے کچھ احباب خفا ہوئے۔ یہ حق ان کو حاصل ہے مگر گل خان نصیر کی پوری زندگی کو چند بیانات کو بنیاد بنا کر نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ ان سے کتنے اختلاف کیوں نہ ہوں۔ ان کی ماضی کی خدمات اور قربانیوں کو بھلایا نہیں جا سکتا دنیا کی تمام اقوام نے اپنے اسلاف کے اچھے کارناموں اور قربانیوں کی قدر کی ہے۔ اگرچہ ان سے اختلاف بھی کیا ہے۔"(6)

عصر حاضر یا میر گل خان نصیر کے دور کے حالات کا جائزہ لیا جائے یا دستیاب مواد کو پرکھا جائے تو اُن کی سچی اور کھری جدوجہد سے اختلاف رکھنے والے اُس دور کے ساتھ ساتھ آج بھی موجود ہے جو کہ زبان اور ثقافت کے حوالے سے اُن کی بطور مورخ سامنے آنے والے نظریات اور موقف کو دیکھ کر یا جان کر اُن کے سے اختلاف رکھتے ہیں مگر جیسے کہ کسی عظیم شخصیت چاہے وہ سیاسی قائد ہو یا ادبی اُن کی حالات اور واقعات اور سچائی کو من و عن قبول کر کے اُسے آگے بڑھانا اپنا فرض اولین سمجھتا ہے اس لئے اس طرح کے شخصیات سے بہت سے لوگ اُن کی اعلیٰ کارکردگی اور محنت اور جدوجہد سے حسد ہی کہا جاسکتا ہے کہ اُن سے اختلاف رکھتے ہیں اور اس اختلاف کو ذاتی نوعیت کے بجائے اُسے اجتماعی سوچ بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر میر گل خان نصیر نے اُس دور اور مستقبل کے طالب علم کے لئے کوئی مشکل پیدا نہیں کی بلکہ انہوں نے سچائی اور حقیقت کو سامنے لایا یہاں تک کے میر گل خان نصیر عوام تو اپنی جگہ انہوں نے اپنے خاندان میں بھی سچ اور حقیقت کا پرچار کیا اس کے بدولت ہم دیکھتے ہیں سیاست دان اور ادیب دوسروں کے لئے الگ اور خود کے لئے ایک الگ سوچ اور خیال رکھتا ہے۔ میر گل خان نصیر سچائی کی طاقت اور عظمت سے واقف تھے اس لئے انہوں نے جو کچھ بیان کیا اُن کو عبدالصبور بلوچ نے کتاب" ورثہ" میں قلم بند کیا ہے۔ ذرا آپ بھی ملاحظہ کریں۔

"میر گل خان نصیر جھوٹ بولنے اور جھوٹی تسلی دینے کے بہت خلاف تھے۔ انہوں نے اپنے بچیوں کو نصیحت کی تھی کہ زندگی میں کبھی جھوٹ نہ بولیں۔ کیونکہ میر گل خان نصیر اچھی طرح جانتے تھے کہ جھوٹ انسان کو ذلیل و شرمندہ کرتا ہے۔ انہیں اس بات کا بھی احساس تھا کہ ایک جھوٹ کو چھپانے کے لئے پھر کئی بار جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔ اسی طرح جھوٹی تسلی بھی وہ کبھی کسی کو نہیں دیتے تھے " (7)

اس کے بدلے اگر ہم آج اپنے ارد گرد دیکھے تو ہر چیز مصنوعی بن چکی ہے۔ تعلق، رشتے، دوستی حتی کہ دشمنی بھی جھوٹ کی بنیاد پر ہے۔ اس کی واضح مثال یوکرین اور روس جنگ سے لگایا جا سکتا ہے جہاں پر روس کے خلاف طاقت کے استعمال کے لئے نیٹو اور امریکہ سمیت یورپی ممالک جنگی اور مالی طور پر تعاون فراہم کر کے روس کو شکست دینا چاہتے ہیں مگر یہ مدد، قربت اور دوستی نام نہاد مفاد کے لئے ہے۔ اصل میں وہ روس کو کمزور کرنا چاہتے ہیں۔

بہر حال ہم یہاں سیاسی نقاط کو چھوڑ کر ادبی، تاریخی حوالے سے میر گل خان نصیر کی شخصیت اور فن کے اختتام کی طرف اُس سے قبل اس مضمون کا حاصل مطالعہ بھی آپ کی نذر کرتے ہیں۔

نتائج:۔

جیسے کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ گل خان نصیر بہ یک وقت شاعر، مورخ، محقق، مترجم اور سیاستدان رہے ہیں۔ انہوں نے بحیثیت شاعر بلوچی، براہوئی، اردو اور فارسی میں شاعری کی اُن کی شاعری میں عوام کی سیاسی اور علمی رہنمائی کے علاوہ مزاحمت کا رنگ نمایاں تھا مگر انہوں نے عشقیہ اور داستان گوئی بھی کی، بحیثیت مورخ انہوں نے تاریخ بلوچستان کی کئی جلدیں تحریر کیں جو کہ آج بھی بہت مقبول اور مستند خیال کئے جاتے ہیں۔ محقق کی حیثیت سے انہوں نے بلوچی رسم و رواج اور بلوچستانی لوگوں کے حالات زندگی پر تحقیق کی مترجم اور سیاستدان کے حوالے سے تو ان کا کردار انتہائی اعلیٰ اور عظیم ہیں۔

CC BY

اُن کی شخصیت کا سب سے اہم پہلواُن کی سیاسی جدوجہداور شاعری تھی جن کے ذریعے انہوں نے لوگوں کو شعور دیا انہیں حقوق کے حصول کے لئے جدوجہد، استحصال کے خاتمے کے لئے مزاحمت اور تعلیمی اور معاشی اور معاشرتی ضرورتوں کے لئے محنت اور لگن کی تعلیم دی۔کوئی بھی شخصیت تاریخ میں اس بناء پر یاد کیا جاتاہے کہ وہ اپنے دور میں سچائی اور مخلصی کی بنیاد پر کام کریں چاہے وہ کسی بھی شعبے کا فرد ہواِس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے مقصداور کاز کے ساتھ لگاؤ اور اُس سے بھی زیادہ ہنر مندی اور قابلیت انتہائی اہم ہوتاہے۔مگر بحیثیت شاعرانہوں نے خوداپنے تحریروں میں یہ اعتراف کیاہے کہ میں نے شاعری کسی سے نہیں سیکھی بلکہ حالات کے جبر اور استبدادنے مجھے شاعری کرنے پر مجبور کیااور میں برملا کہتاہوں کہ شاعری کسی اُستاد کے ذریعے سیکھی نہیں جاسکتی ہے بلکہ یہ ایک الحامی شئے ہے جو کہ جستجو، سوچ اور فکر سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

ہم اپنے تمام ادبی اداروں اور میڈیا بشمول شخصیات سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ میر گل خان نصیر کی شخصیت اور فن کے حوالے سے آج کے نسل کو آگاہ کریں اور جس طرح'' میر گل خان نصیر صد سالہ تقریبات'' کا سلسلہ شروع کیا گیا تھا اسی طرح کے اقدامات اُن کے رفقاءاور دیگر شخصیات کی فن اور کردار کو محفوظ اور عام کرنے کے لئے اٹھایا جاناچاہئے۔آپ ملاحظہ کریں گل خان نصیر کی شاعری کا یہ رنگ:۔

خشک وچٹیل دشت ناپیدا کنار

اوراس میں جھونپڑیوں کی قطار

کڑکڑاتی دھوپ تپتا ریگ زار

ہر طرف چھایاہوا گردوغبار(8)

حوالہ جات

1۔ بادینی یار جان/بلوچ حکیم طاہر '' میر گل خان نصیر: زندگی اور فن''، بلوچی لبزانکی دیوان، کوئٹہ، 2014ص،2

2۔ دشتی زاہد حسین/بلوچ حامد علی'' میر گل خان نصیر'' شاعر، مورخ، صحافی، سیاست دان''، گل خان نصیر چیئر یواوبی،2015ص۔81

3۔ مری شاہ محمد، ڈاکٹر'' کاروان کے ساتھ''، گل خان نصیر چیئر جامعہ بلوچستان کوئٹہ،ص، 2015 ,13-14

4۔ میر، عابد'' نصیر خوش کلام''،'' میر گل خان نصیر چیئر، جامعہ بلوچستان، کوئٹہ، 2015ص12

5۔ نصیر، گل خان'' ادبار کی چھاؤں میں''میر گل خان نصیر چیئر، جامعہ بلوچستان کوئٹہ، 2015، ص27

6۔ شیخ، نور محمد'' میر گل خان نصیر، شخصیت، شاعری اور سیاست''عوامی ادبی انجمن کراچی، 1993، ص،60

7۔ عبدلصبور'' ورثہ'' (نصیریات)، بلوچی اکیڈمی کوئٹہ، 2005، ص23

8۔ میر، عابد'' نصیر خوش کلام''،'' میر گل خان نصیر چیئر، جامعہ بلوچستان، کوئٹہ، 2015ص88

References

1. Yar Jan Badini / Tahir Hakeem Baloch, Mir Gul Khan Naseer: Shakhsiyat Aur Funn, 2
2. Zahid Hussain Dashti / Hamid Ali Baloch, Mir Gul Khan Naseer: Shair,Murakh, Sahafi, seyasatdan, (Quetta: Mir Gul Khan Naseer Chair Jamia Balochistan, 2015),81
3. Shah Mohammad Marri, Karwan k Sath, (Mir Gul Khan Naseer Chair Jamia Balochistan, 2015)13-14

4. Abid Mir, Naseer Khush Kalam (Mir Gul Khan Naseer Chair Jamia Balochistan, 2015), 12
5.Gul Khan Naser, Adbar ki Chaoon Meen, (Mir Gul Khan Naseer Chair Jamia Balochistan, 2015)27
6. Noor Muhammad Sheikh, Mir Gul Khan Naseer, Shakhseyat, shairi awr siyasat,Poetry, (Karachi: Awami Adabi Anjuman, 1993),60

7. Abdul Saboor Baloch, Versaa Naseeriyat, (Quetta: Balochi Academy, 2005), 23
8. Abid Mir, Naseer Khush Kalam (Mir Gul Khan Naseer Chair Jamia Balochistan, 2015),88